

## مقالات

## اسلامی حکومت میں ذمیوں کے حقوق

حال میں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ایک سوال نامہ جاری کیا ہے جس میں اس مسئلے پر استصواب کیا گیا ہے کہ پاکستان کی مرکزی اور صوبائی حکومتوں میں اقلیتوں کے حقوق کیا ہونے چاہئیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اسمبلی کے کام کا خاکہ جن لوگوں نے مرتب کیا ہے ان کے پیش نظر کیا ترتیب کا رہے۔ لیکن بادی النظر میں یہ بات بالکل عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ابھی تک اسمبلی نے اپنے مقاصد (Objectives) تو متعین نہیں کئے ہیں اور پہلے ہی یہ سوالات چھڑنے شروع کر دئے ہیں کہ ریاست کے دستور میں اقلیتوں کے حقوق کیا ہوں اور شہریوں کے بنیادی حقوق کیا قرار پائیں۔ حالانکہ سب سے پہلے جو چیز طے کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری زیر تشکیل ریاست کی نوعیت کیا ہوگی۔ اسی سوال کے تصفیہ پر دوسرے سوالات کا تصفیہ منحصر ہے۔ اگر اس ریاست کو ایک اسلامی ریاست ہونا ہے تو لا محالہ غیر مسلموں کے حقوق اور شہریوں کے بنیادی حقوق اور دوسرے تمام امور میں ہم کو اسلامی شریعت کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اور اگر اسے ایک "بے دین جمہوری قومی ریاست" بننا ہے تو پھر یہ سارے مسائل کسی اور بنیاد پر حل کئے جائیں گے۔ لہذا نوعیتِ ریاست کا تعین کرنے سے پہلے ان شناختی مسائل کے تصفیہ سے کام کی ابتدا کرنا ایک غلط ترتیب کا رہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے تعمیر مکان کی ابتدا دوسری منزل سے کی جائے۔

تاہم چونکہ یہ مسئلہ چمڑ گیا ہے اس لئے ہم یہ بتانا مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کیا ہیں اور اسلام کے اصول پر زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتے ہیں۔

اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے حقوق پر بحث کرنے سے پہلے یہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ اسلام کی حکومت دراصل ایک اصولی (Ideological) حکومت ہے اور اس کی نوعیت ایک قومی جمہوری (National democratic) حکومت سے قطعاً مختلف ہے۔ دونوں قسم کی ریاستوں کے اس نوعی فرق کا مسئلہ زیر بحث پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اس کحسب ذیل نکات سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے:-

(۱) اسلامی حکومت اپنے حدود میں رہنے والے لوگوں کو اس لحاظ سے تقسیم کرتی ہے کہ کون کون لوگ اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ کون ان اصولوں کو مانتے ہیں جن پر حکومت کی بنیاد رکھی گئی ہے اور کون انہیں نہیں مانتے یعنی مسلم اور غیر مسلم۔

(۱) قومی حکومت انہیں اس لحاظ سے تقسیم کرتی ہے کہ کون کون لوگ اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو دراصل ریاست کی بنیاد اور چلانے والی ہے اور کون لوگ اس سے تعلق نہیں رکھتے۔ آج کل کی اصطلاح میں اس کے لئے اکثریت اور اقلیت کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

(۲) اسلامی حکومت کو چلانا دراصل ان لوگوں کا کام ہوتا ہے جو اس کے اصولوں کو مانتے ہوئے وہ اپنے انتظام میں غیر مسلموں کی خدمات کو ضرور استعمال کر سکتی ہے، مگر رہنمائی و کارفرمائی کے مناصب انہیں نہیں دے سکتی۔

(۲) قومی حکومت اپنی رہنمائی و کارفرمائی کے لئے صرف اپنے افراد قوم ہی پر اعتماد کرتی ہے اور دوسری قبیل، التعداد قومیں جو اس کے شہریوں میں شامل ہوں، اس اعتماد کی مستحق نہیں ہوتیں۔ یہ بات چاہے صاف صاف کہی نہ جاتی ہو، مگر عملاً ہوتا اسی طرح ہے۔ اور اگر اقلیت کے کسی فرد کو کبھی کوئی کھیری منصب

دیا بھی جاتا ہے تو یہ محض ایک نمائشی حرکت ہوتی ہے۔ پالیسیوں کی تشکیل میں فی الحقیقت اس کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

(۳) قومی حکومت کے لئے یہ منافقانہ چال بازی آسان ہے کہ وہ ملک کے تمام باشندوں کو نظری حیثیت سے ایک قوم قرار دیکر کاغذ پر سب کو مساوی حقوق دیدے، مگر عملاً اکثریت اور اقلیت کا پورا امتیاز قائم رکھے اور زمین پر اقلیتوں کو کسی قسم کے حقوق نہ دے

(۴) قومی حکومت کو اپنے نظام میں غیر قومی عناصر کی شمولیت سے جو پیچیدگی پیش آتی ہے اسے حل کرنے کے لئے وہ تین مختلف تدبیریں اختیار کرتی ہے۔ ایک یہ کہ ان کی انفرادیت کو تبدیل کر کے مٹا کر اپنے اندر جذب کر لے۔ دوسرے یہ کہ ان کی ہستی کو محو کرنے کے لئے قتل و غارت اور اخراج کے ظالمانہ طریقے اختیار کرے تیسرے یہ کہ ان کو اپنے اندر اچھوت بنا کر رکھ دے۔ یہ تینوں تدبیریں دنیا کی قومی جمہوری ریاستوں میں بکثرت اختیار کی گئی ہیں، اب تک کی جا رہی ہیں، اور آج ہندوستان میں خود مسلمانوں کو ان کا تلخ تجربہ

(۳) اسلامی حکومت عین اپنی نوعیت ہی کے لحاظ سے اس بات پر مجبور ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان واضح امتیاز قائم کرے اور صاف صاف بتا دے کہ وہ غیر مسلموں کو کیا حقوق دے سکتی ہے اور کیا نہیں دے سکتی۔

(۴) اسلامی حکومت کو اپنے نظام کے اندر غیر مسلم عناصر کی موجودگی سے جو پیچیدگی پیش آتی ہے اسے وہ اس طرح حل کرتی ہے کہ انہیں بین حقوق کا ذمہ (Guarantee) دیکر مطمئن کر دیتی ہے، اپنے اصولی نظام کے حل و عقد میں ان کی مداخلت روک دیتی ہے، اور ان کے لئے ہر وقت یہ دروازہ کھلا رکھتی ہے کہ اگر اسلام کے اصول انہیں پسند آجائیں تو وہ انہیں قبول کر کے حکمراں جماعت میں شامل ہو جائیں

ہو رہا ہے -

(۵) قومی جمہوری حکومت میں اقلیتوں کو جو حقوق بھی دئے جاتے ہیں وہ اکثریت کے عطا کردہ ہوتے ہیں، اور اکثریت جس طرح انھیں عطا کرنے کا حق رکھتی ہے اسی طرح وہ ان میں کمی بیشی کرنے اور بالکل سلب کر لینے کا بھی حق رکھتی ہے۔ پس درحقیقت اس نظام میں اقلیتیں سراسر اکثریت کے رحم پر جیتی ہیں اور ان کے لئے ابتدائی انسانی حقوق تک کی کوئی پابندار ضمانت نہیں ہوتی -

(۵) اسلامی حکومت ذمی غیر مسلموں کو وہ تمام حقوق دینے پر مجبور ہے جو شریعت نے ان کے لئے مقرر کئے ہیں۔ ان حقوق کو سلب کرنے یا ان میں کمی کر دینے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔ البتہ مسلمانوں کو یہ اختیار ضرور حاصل ہے کہ وہ ان حقوق کے علاوہ کچھ مزید حقوق انھیں عطا کر دیں بشرطیکہ یہ اضافہ اسلام کے اصولوں سے متصادم نہ ہو تا ہو۔

۲۔ بنیادی اختلافات ہیں جو ذمیوں کے ساتھ اسلام کے سلوک اور اقلیتوں کے ساتھ قومی جمہوریتوں کے سلوک کو ایک دوسرے سے بالکل ممتاز کر دیتے ہیں۔ جب تک انہیں پیش نظر نہ رکھا جائے، انسان خلط مبحث سے نہیں بچ سکتا اور نہ اس غلط فہمی سے محفوظ رہ سکتا ہے کہ موجودہ زمانے کی قومی جمہوریتیں کاغذ پر اپنے دستوروں میں اقلیتوں کو بالکل مساویانہ حقوق دیتی ہیں۔

ان ضروری توضیحات کے بعد اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں

غیر مسلم رعایا کی اقسام | اسلامی قانون اپنی غیر مسلم رعایا کو تین اقسام پر تقسیم کرتا ہے -

ایک وہ جو کسی صلح نامے یا معاہدے کے ذریعے سے اسلامی حکومت کے تحت آئے ہوں،

دوسرے وہ جو اپنے کے بعد شکست کھا کر مغلوب ہوئے ہوں،

تیسرے وہ جو جنگ اور صلح دونوں کے سوا کسی اور صورت سے اسلامی ریاست میں شامل

ہوئے ہوں

یہ تینوں اگرچہ ذمیوں کے عام حقوق میں یکساں شریک ہیں، لیکن پہلے دونوں گروہوں کے احکام



میں تھوڑا سا فرق بھی ہے۔ اس لئے اہل الذمہ کے حقوق کی تفصیلات بیان کرنے سے پہلے ہم ان مخصوص گروہوں کے جدا جدا احکام بیان کریں گے۔

معاهدین | جو لوگ جنگ کے بغیر یا دوران جنگ میں اطاعت قبول کرنے پر راضی ہو جائیں اور حکومت اسلامی سے مخصوص شرائط طے کر لیں ان کے لئے اسلام کا قانون یہ ہے کہ ان کے ساتھ تمام معاملات ان شرائط صلح کے تابع ہوں گے جو ان سے طے ہوئی ہیں۔ دشمن کو اطاعت پر آمادہ کرنے کے لئے چند فیاضانہ شرائط طے کر لینا اور پھر جب وہ پوری طرح قابو میں آجائے تو اس کے ساتھ مختلف برتاؤ کرنا آج کل کی مہذب قوموں کے سیاسی معمولات میں سے ہے، مگر اسلام اس کو ناجائز بلکہ حرام اور گناہ عظیم قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ جب کسی قوم کے ساتھ کچھ شرائط طے ہو جائیں (خواہ وہ مرغوب ہوں یا نہ ہوں) تو اس کے بعد ان شرائط سے یکسر مو بھی تجاوز نہ کیا جائے، بلا لحاظ اس کے کہ فریقین کی اعتباری حیثیت اور طاقت و قوت (Relative Position) میں کتنا ہی فرق آجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

لَعَلَّكُمْ تَقَاتِلُونَ قَوْمًا فَنظَرْتُمْ عَلَيْهِمْ  
فَيَتَّقُونَكُمْ بِأَمْوَالِهِمْ دُونَ انْفُسِهِمْ  
أَبْنَاءَهُمْ (وفی) روایۃ فیصالحونکم علی  
صلح، فلا تصیبوا منہم فوق ذلک فانہ  
لا یصلح لکم

اگر تم کسی قوم سے لڑو اور اس پر غالب آ جاؤ  
اور وہ قوم اپنی اور اپنی اولاد کی جان بچانے کے  
لئے تم کو خرچ دینا منظور کر لے (ایک دوسری  
حدیث میں ہے کہ تم سے صلح نامہ طے کر لے) تو پھر  
بعد میں اس سقرہ خرچ سے ایک جہ بھی زائد  
نہ لینا کیونکہ وہ تمہارے لئے ناجائز ہوگا

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:-

الامن نللم معاہدا او انتقصہ او  
کلفہ نوق، طاقتہ او اخل منہ شیئا بغیر  
خبردار! جو شخص کسی معاہدہ پر ظلم کرے گا یا  
اس کے حقوق میں کمی کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ

طیب نفس فانا نَحْيِيْجُهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
 اس پر بار ڈالینگا، یا اس سے کوئی چیز اس کی مرضی  
 کے خلاف وصول کرے گا، اس کے خلاف قیامت  
 کے دن میں خود مستغنیٰ بنینگا،

ان دونوں حدیثوں کے الفاظ عام ہیں اور ان سے یہ قاعدہ کلیہ مستنبط ہوتا ہے کہ عبادہ ذمیوں  
 کے ساتھ صلوات میں جو شرائط طے ہو جائیں ان میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی کرنا ہرگز جائز نہیں  
 ہے۔ نہ ان پر خراج بطور عیا یا جاسکتا ہے، نہ ان کی زمینوں پر قبضہ کیا جاسکتا ہے، نہ ان کی غنیمتیں  
 چھینی جاسکتی ہیں، نہ ان پر سخت فوجداری قوانین نافذ کئے جاسکتے ہیں، نہ ان کے مذہب میں دخل  
 دیا جاسکتا ہے، نہ ان کی عزت و آبرو پر حملہ کیا جاسکتا ہے اور نہ کوئی ایسا فعل کیا جاسکتا ہے  
 جو ظلم یا انتقام، یا تکلیف مالا یطاق، یا اخذ بغیر طیب نفس کی حدود میں آتا ہو۔ انہی احکام  
 کی بنا پر فقہائے اسلام نے صلحاً فتح ہونے والی قوموں کے متعلق کسی قسم کے قوانین مدون نہیں  
 کئے ہیں اور صرف یہ عام قاعدہ وضع کر کے چھوڑ دیا ہے کہ ان کے ساتھ ہمارا معاملہ بالکل شرط  
 صلح کے مطابق ہوگا۔ امام ابو یوسف لکھتے ہیں :-

يُؤْخَذُ مِنْهُمْ مَا صَوْلَحُوا عَلَيْهِ وَيُؤْفَى  
 لَهُمْ وَلَا يَزَادُ عَلَيْهِمْ شَيْءٌ  
 ان سے وہی لیا جائیگا جس پر ان کے ساتھ  
 صلح ہوئی ہے، ان کے حق میں صلح کی شرائط  
 پوری کی جائیں گی، اور ان پر کچھ اضافہ نہ کیا جائیگا

مفتوحین | دوسری قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو آخر وقت تک مسلمانوں سے لڑتے رہے ہوں  
 اور جنہوں نے اس وقت ہتھیار ڈالے ہوں جب اسلامی فوجیں ان کے استحکامات کو توڑ کر  
 ان کی بستیوں میں فاتحانہ داخل ہو چکی ہوں۔ اس قسم کے مفتوحین کو جب ذمی بنایا جاتا ہے تو  
 ان کو چند خاص حقوق دئے جاتے ہیں، جن کی تفصیلات فقہی کتابوں میں موجود ہیں۔ ذیل میں  
 ان احکام کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے جن سے ذمیوں کی اس جماعت کی آئینی حیثیت واضح ہوتی ہے

(۱) جب امام اُن سے جزیہ قبول کرنے تو ہمیشہ کے لئے عقد ذمہ قائم ہو جائیگا، اور ان کی جان و مال کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر فرض ہوگا کیونکہ قبول جزیہ کے ساتھ ہی عصمت نفس و مال ثابت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد امام کو یا مسلمانوں کو یہ حق باقی نہیں رہتا کہ ان کی املاک پر قبضہ کریں یا انہیں غلام بنا لیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبیدہؓ کو صاف لکھا تھا کہ :-

ناذا اخذت منہم اجزیه فلا شیء جب تم ان سے جزیہ قبول کر لو تو پھر تم کو ان پر لگ علیہم ولا سیل تم دست درازی کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔

۲. عقد ذمہ قائم ہو جانے کے بعد اپنی زمینوں کے مالک وہی ہوں گے، ان کی ملکیت ان کے ورثہ کو منتقل ہوگی، اور ان کو اپنے املاک میں بیع، ہبہ، رہن وغیرہ کے حقوق حاصل ہوں گے۔ اسلامی حکومت کو انہیں بے دخل کرنے کا حق نہ ہوگا۔

(۳) جزیہ کی مقدار ان کی مالی حالت کے لحاظ سے متعین کی جائے گی۔ جو مالدار ہیں ان سے زیادہ جو متوسط الحال ہیں ان سے کم، اور جو غریب ہیں ان سے بہت کم لیا جائیگا۔ اور جو کوئی ذریعہ آمدنی نہیں رکھتے، یا جن کی زندگی کا انحصار دوسروں کی بخشش پر ہے، ان کو جزیہ معاف کر دیا جائیگا۔ اگرچہ جزیہ کے لئے کوئی خاص رقم مقرر نہیں ہے، لیکن اس کی تعیین میں یہ امر مد نظر رکھنا ضروری ہے کہ ایسی رقم مقرر کی جائے جس کا ادا کرنا ان کے لئے آسان ہو۔ حضرت عمرؓ نے مالداروں پر ایک روپیہ ماہانہ، متوسط الحال لوگوں پر آٹھ آنہ ماہانہ اور غریب محنت پریشاں لوگوں پر چار آنہ ماہانہ جزیہ مقرر کیا تھا۔

(۴) جزیہ صرف ان لوگوں پر لگایا جائیگا جو اہل قتال ہیں غیر اہل قتال ہتھیار چھوڑنے، عورتیں، دیوانے، اندھے، اباہج، عبادت گاہوں کے خادموں، راہب، سنیاسی، ازکار رفتہ بوڑھے، ایسے بیمار جن کی بیماری سال کے ایک بڑے حصہ تک ممتد ہو جائے، اور لونڈی غلام وغیرہ

۱۷ کتاب الخراج ص ۸۲

۱۸ بیان الصنائع ج ۱ ص ۱۱۱

۱۹ کتاب الخراج ص ۳۶

۲۰ فتح القدر ج ۲ ص ۳۵۹

جزیہ سے مستثنیٰ ہیں۔

۵۔ بزورِ شمشیر فتح ہونے والے شہر کے معاہدہ پر مسلمانوں کو قبضہ کر لینے کا حق ہے۔ لیکن اس حق سے استفادہ نہ کرنا اور بطریقِ احسان ان کو اعلیٰ حالہ قائم رہنے دینا ادنیٰ اور افضل ہے۔ حضرت عمر کے زمانہ میں جتنے ممالک فتح ہوئے ان میں کوئی معبد نہ توڑا گیا اور نہ اس سے کسی قسم کا تعرض کیا گیا۔ امام ابو یوسفؒ لکھتے ہیں:-

ترکت علیٰ ما اجد ولم تہدم ولم  
ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا، نہ مسمار  
کیا گیا اور نہ ان سے کسی قسم کا تعرض کیا گیا۔

قدیم ممالک کو مسمار کرنا بہر حال ناجائز ہے۔

ذمیوں کے عام حقوق | اب ہم ذمیوں کے وہ حقوق بیان کریں گے جن میں تینوں اقسام کے اہل الذمہ شریک ہیں۔

حفاظتِ جان | ذمی کے خون کی قیمت مسلمان کے خون کے برابر ہے۔ اگر کوئی مسلمان ذمی کو قتل کرے گا تو اس کا قصاص اسی طرح لیا جائیگا جس طرح مسلمان کو قتل کرنے کی صورت میں لیا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا کہ:-

انا احق من دینی بدمتہ  
اس کے ذمہ کو دنا کرنے کا سب سے زیادہ حقدار  
میں ہوں۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قبیلہ بکرین وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔

۱۔ بدائع ج ۱، ص ۱۱۱-۱۱۲، فتح القدير ج ۴ ص ۷۳-۷۴، کتاب الخراج ص ۷۰

۲۔ کتاب الخراج ص ۸۳، البدائع جلد ۱ ص ۱۱۲

۳۔ عنایہ شرح ہدایہ ج ۸ ص ۲۵۶، دلفانی سنہی حدیث ابن عمرؓ کے حوالہ سے نقل کی ہے

اور اس میں "انا اگر کم من دینی بدمتہ" آیا ہے۔



اس پر آپ نے حکم دیا کہ قاتل کو تبتوں کے حوالہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ مقتول کے وارثوں کو دیدیا گیا اور انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔

حضرت عثمان کے زمانہ میں خود عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قتل کا فتویٰ دیدیا گیا تھا کیونکہ انہوں نے ہرمزان اور ابولولو کی بیٹی کو اس شبہ میں قتل کر دیا تھا کہ شاید وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے قتل کی سازش میں شریک تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مسلمان ایک ذمی کے قتل میں ماخوذ ہوا۔ ثبوت مکمل ہونے کے بعد آپ نے قصاص کا حکم دے دیا۔ مقتول کے بھائی نے آکر عرض کیا میں نے خون معاف کیا۔ مگر آپ مطمئن نہ ہوئے اور فرمایا:-

لعلمہم فی حوث او حذہ: انہ

شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرایا دھمکایا ہے۔

اس نے جواب دیا کہ ”نہیں۔ مجھے خون بہا میں چکامبند ہے میں جیتا ہوں کہ اس کے تعلق سے میرا بھائی واپس نہیں جانیگا“ تب آپ نے قاتل کو سزا دیا اور فرمایا کہ:-

ان کان لہ ذمۃ فاقدمہ کدھتا وددہ

جو کوئی ہمارا ذمی ہو اس کا خون ہمارے خون کی

طرح اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح ہے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت علی نے فرمایا:-

انما قبلوا عقد الذمۃ لتکون اموالہم کاموالنا

ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کے خون ہمارے

و دما و ہم کدما مائنا

خون کی طرح ہو جائیں۔

اسی بنا پر فقہانے یہ جزیئہ نکالا ہے کہ اگر مسلمان کسی ذمی کو بلا ارادہ قتل کرے تو اس کی دیت بھی وہی ہوگی جو مسلمان کو خطا قتل کرنے سے لازم آتی ہے۔

۱۵ بیان شرح مواہب الرحمن ج ۳ ص ۲۸۴ ۱۶ بیان جلد ۲ ص ۲۸۲

۱۷ در مختار ج ۳ ص ۲۰۳

**فوجداری قانون** | تعزیرات کا قانون ذمی اور مسلمان کے لئے یکساں ہے اور اس میں دونوں کا درجہ مساوی ہے۔ جرائم کی جو سزا مسلمان کو دی جائے گی وہی ذمی کو بھی دی جائے گی۔ ذمی کا مال مسلمان چرالے یا مسلمان کا مال ذمی چرالے، دونوں صورتوں میں سارق کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ ذمی کسی مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے یا مسلمان ایسا کرے، دونوں صورتوں میں ایک ہی حد قذف جاری ہوگی اسی طرح زنا کی سزا بھی ذمی اور مسلمان کے لئے یکساں ہے۔ البتہ شراب کے معاملہ میں ذمیوں کے لئے استثنائے ہیں۔

**دیوانی قانون** | دیوانی قانون بھی ذمی اور مسلمان کے لئے یکساں ہے اور دونوں کے درمیان کامل مساوات ہے۔ حضرت علیؓ ارشاد اموالہم کما ووالنا کے معنی یہی ہیں کہ ان کے مال کی ویسی ہی حفاظت کی جائے گی جیسی مسلمان کے مال کی ہوتی ہے اور دیوانی حقوق ہمارے اور ان کے برابر ہوں گے۔ اس مساوات کا طبعی لازمہ یہ ہے کہ دیوانی قانون کی رو سے جتنی پابندیاں مسلمان پر عائد ہوتی ہیں وہی سب ذمی پر بھی عائد ہوں۔

تجارت کے جو طریقے ہمارے لئے ممنوع ہیں وہی ان کے لئے بھی ہیں۔ سود جس طرح ہمارے لئے حرام ہے اسی طرح ان کے لئے بھی ہے۔ البتہ ذمیوں کے لئے صرف شراب اور سور کا استثناء ہے۔ وہ شراب بنانے، پینے اور بیچنے کا حق رکھتے ہیں، اور انھیں سو پانے کھانے اور فروخت کرنے کے بھی حقوق حاصل ہیں۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کی شراب یا اس کے سود کو تلف کر دے تو اس پر تاوان لازم آئے گا۔ درالمنہار میں ہے :-

۱۔ کتاب الخراج ص ۲۰۸ - ۲۰۹ - المبسوط ج ۹ ص ۵۷ - ۵۸ - امام مالک کے نزدیک ذمی کے لئے شراب کی طرح زنا کے معاملہ میں بھی استثناء ہے۔ وہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ سے استدلال کرتے ہیں کہ ذمی اگر زنا کرے تو اس کا معاملہ اس کے اہل ملت پر چھوڑ دیا جائے (یعنی اس کے پرنسپل لا کے مطابق عمل کیا جائے)

۲۔ المبسوط ج ۱۳ ص ۳۷ - ۳۸ -

و یضمن المسلم قیمة خمرہ و خنزیرہ  
 و یضمن المسلم قیمة خمرہ و خنزیرہ  
 مسلمان اس کی شراب اور اس کے سور کی قیمت  
 ادا کرے گا اگر وہ اسے تلف کر دے  
 اذا اتلفه<sup>۱</sup>  
 تحفظ عزت اذمی کو زیان یا ہاتھ پاؤں سے تکلیف پہنچانا، اس کو گالی دینا، مارنا پٹینا، یا اس  
 کی غیبت کرنا اسی طرح ناجائز ہے جس طرح مسلمان کے حق میں یہ افعال ناجائز ہیں۔ درالمختار  
 میں ہے :-

و یجب کف الاذی عنہ و تحرم غیبتہ  
 و یجب کف الاذی عنہ و تحرم غیبتہ  
 اس کو تکلیف دینے سے باز رہنا واجب ہے  
 اور اس کی غیبت اسی طرح حرام ہے جیسی مسلم کی  
 کالمسلم<sup>۲</sup>  
 غیبت حرام ہے۔

ذمہ کی پائیداری | عقد ذمہ مسلمانوں کی جانب ابدی لزوم رکھتا ہے، یعنی وہ اسے باندھنے  
 کے بعد پھر توڑ دینے کے تحتار نہیں ہیں۔ لیکن دوسری جانب ذمیوں کو اختیار ہے کہ جب تک  
 چاہیں اس پر قائم رہیں اور جب چاہیں توڑ دیں۔ بدائع میں ہے :-

واما صفة العقد فهو لازم فی حقیقۃ  
 و اما صفة العقد فهو لازم فی حقیقۃ  
 عقد ذمہ ہمارے حق میں تو لازم ہے، یعنی ایک  
 مرتبہ ذمی بنا لینے کے بعد ہم اس ذمہ کو کسی حال  
 میں توڑ نہیں سکتے۔ لیکن ان کے لئے یہ لازم نہیں  
 ہے (یعنی اگر وہ ہمارے ذمہ سے خارج ہونا چاہیں  
 تو ہو سکتے ہیں)

ذمی خواہ کیسے ہی بڑے جرم کا ارتکاب کرے، اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا۔ حتیٰ کہ جزیہ بند کر دینا،  
 مسلمان کو قتل کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا، یا کسی مسلمان عورت کی آبرو  
 ریزی کرنا بھی اس کے حق میں ناقض ذمہ نہیں ہے۔ ان افعال پر اسے مجرم کی حیثیت سے

۱ درالمختار جلد ۳ ص ۲۴۲ - ۲۴۳ -

۲ درالمختار ج ۳ ص ۲۴۳

۳ درالمختار ج ۴ ص ۱۱۲

سزا دی جائیگی، لیکن یا غی قرار دے کر ذمہ سے خارج نہیں کر دیا جائیگا۔ البتہ صرف دو صورتیں ایسی ہیں جن میں ایک ذمی خارج از ذمہ ہو جاتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ دارالاسلام کو چھوڑ کر دشمنوں سے چلے۔ دوسرے یہ کہ حکومت اسلامی کے خلاف سرریج بغاوت کر کے فتنہ و فساد برپا کرے۔  
شخصی معاملات | ذمیوں کے شخصی معاملات ان کی اپنی ملت کے قانون (Personal Law) کے مطابق طے کئے جائیں گے۔ اسلامی قانون ان پر نافذ نہیں کیا جائیگا۔ ہمارے لئے شخصی معاملات میں جو کچھ ناجائز ہے، وہ اگر ان کے مذہبی و قومی قانون میں جائز ہو تو اسلامی عدالت ان کے قانون ہی کے مطابق فیصلہ کریگی۔ مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح، یا بلا مہر کے نکاح، یا زمانہ عدت کے اندر نکاح ثانی، یا محرمات کے ساتھ نکاح اگر وہ جائز رکھتے ہوں تو ان کے لئے یہ سب افعال جائز رکھے جائیں گے۔ خلفاء راشدین اور ان کے بعد کے تمام ادوار میں اسلامی حکومتوں کا اسی پر عمل رہا ہے۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے اس معاملہ میں حضرت حسن بصری سے فتویٰ طلب کیا تھا کہ :-

کیا بات ہے کہ خلفاء راشدین نے ذمیوں کو  
 ما بال الخلفاء الراشدين تركوا اهل الذمة  
 و ما هم عليه من نكاح المحارم و اقتناء  
 الخمر و الخنازير؟  
 محرمات کے ساتھ نکاح اور شراب اور خمر کے معاملہ  
 میں آزاد چھوڑ دیا ہے۔

جواب میں حضرت حسن نے لکھا :-

انہوں نے جزیہ دینا اسی لئے تو قبول کیا ہے  
 انما بدلو العجزية ليتروا و ما يعتقدون  
 و انما انت متبع و لا مبتدع و السلام  
 کہ انہیں ان کے عقیدے کے مطابق زندگی بسر  
 کرنے کی آزادی دیجائے۔ آپ کا کام پچھلے طریقہ  
 کی پیروی کرنا ہے نہ کہ کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا۔

البتہ اگر کسی مقدمہ میں فریقین خود اسلامی عدالت سے درخواست کریں کہ شراعت اسلام





فِ اَصْحَارِ الْمَسٰلِمِ اِذْ فِيْ اَصْحَارِ طَهْمَ جَانِگَا خَوْلَه وَه اَصْحَارِ مَسْلَمِيْنَ مِيْنَ هَوْلِيْ يٰ اَحْزَابِ اِيْنِهٖ اَصْحَارِ  
 نِيْنِ اَصْحَارِ مَسْلَمِيْنَ مِيْنَ جَحِيْ اِنْ كُوْصِرَتْ صَلِيْبُوْلُوْ اُوْر مُوْرِيُوْلُوْ كَيْ دِلُوْسْ نَكَالْنِيْ اُوْر عِلَانِيْسِ  
 نَاقُوْسْ بَجَلْنِهٖ هُوْنِيْ مَازَارُوْلُوْ مِيْنَ نَكْنِيْ كِيْ مَافَعْتْ كِيْ كُوْنِيْ هِيْ - وَرْنِهٖ اِيْنِهٖ قَدِيْمْ مَعَابِدْ كِيْ اَزْرَرَهٗ كِهٖ  
 وَهٗ تَمَامْ شَعَائِرْ كَا اُظْهَارْ كَر سَكْتِيْ هِيْ عِكُوْرَتْ اِسْلَامِيْهِ اِسْ مِيْنَ دَخْلْ نَهٗ دِيْ گِيْ - ۱۵

عبادت گاہیں: اصحاب مسلمان میں ذمیوں کے جو قدیم معابد ہوں ان سے تعرض نہیں کیا جا سکتا ہے  
 اگر وہ ٹوٹ جائیں تو انہیں اسی جگہ دوبارہ بنائے کا حق ہے۔ لیکن نئے معابد بنانے کا حق نہیں ہے۔  
 رہت وہ مقامات جو اصحاب مسلمان نہیں ہیں ان میں ذمیوں کو نئے معابد بنانے کی بھی عام اجازت  
 ہے۔ اسی طرح جو مقامات اب "مسجد" نہ رہے ہوں اپنی امامت ان کو ترک کر کے وہاں باقائمت  
 مجاہد و اعیان اور باقائمت حدود کا سلسلہ بند کر دیا ہو، ان میں بھی ذمیوں کو نئے معابد کی تعمیر اور  
 اپنے شعائر کے اظہار کا حق حاصل ہے۔ ۱۶  
 ابن عباس کا فتویٰ یہ ہے :-

اِمَامُ مِصْرَ مَسْرُقَةُ الْعَرَبِ فَلَيْسَ اِحْمَرَانِ  
 يَجِدُ ثَوَافِيْهَ بِنَاءِ بَيْعَةٍ وَّلَا كَنِيسَةٍ وَّلَا  
 يَضْرِبُ وَاثِيَهٗ بِنَاقُوْسٍ وَّلَا يَطْهَرُ وَاثِيَهٗ حَرَمِ  
 وَّلَا يَتَّخِذُ وَاثِيَهٗ خَنْزِيْرًا وَّلَا يَمْسُرُ كَانَتِ  
 الْعَجْمُ مِصْرَتَهٗ فَفَتَحَهُ اللهُ عَلَى الْعَرَبِ  
 فَتَزَلُّوْا عَلَى حُكْمِهِمْ فَلِلْعَجْمِ مَا فِيْ عَهْدِهِمْ  
 وَعَلَى الْعَرَبِ اِنْ يُوْفُوْا لَهُمْ بِذٰلِكَ ۱۷

جن شہروں کو مسلمانوں نے آباد کیا ہے ان میں بیچوں  
 کو یہ حق نہیں ہے کہ نئے معابد اور کنائس تعمیر کریں  
 یا ناقوس بجائیں یا ملائیت شراب اور سور کا گوشت پیئیں  
 باقی رہے وہ شہر جو عجمیوں کے آباد کئے ہوئے ہیں اور  
 جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح کیا  
 اور انھوں نے مسلمانوں کے حکم کی اطاعت قبول کر لی  
 تو عجم کے لئے وہی حقوق ہیں جو ان کے معاہدہ میں

۱۵ شرح السیر الکبیر ج ۳ ص ۲۵۱

۱۶ بیان ج ۴ ص ۱۱۲

۱۷ بیان جلد ۴ ص ۱۱۲ شرح السیر الکبیر ج ۲ ص ۲۵۱ -

۱۸ ایضاً ص ایضاً - شرح السیر الکبیر ج ۳ ص ۲۵۰ - ۱۹ کتاب الخراج ص ۸۸

سے ہو جائیں اور مسلمانوں پر ان کا ادا کرنا لازم ہے۔  
 جزیہ و خراج کی تحصیل میں رعایا کے اذیت و خراج کے معاملہ میں ذمیوں پر شد و کڑیا ممنوع ہے۔  
 ان کے ساتھ نرمی اور رفق کی تاکید کی گئی ہے اور ان پر ایسا بار ڈالنے سے منع کیا گیا ہے  
 جسے اٹھانے کی ان میں قدرت نہ ہو۔ حضرت عمر نے حکم دیا تھا کہ لا یكلفوا فوق طاقتهم  
 جتنا مال دینا ان کی طاقت سے باہر ہو ان کے ادا کرنے کی انہیں تکلیف نہ دی جائے یہ  
 جزیہ کے عوض ان کی املاک کا نیلام نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے  
 ایک عامل کو فرمان بھیجا تھا کہ لا تبیعن لہم فی خراجہم حماراً ولا بقرۃ ولا کسوة شیطاناً  
 لا صنفاً، خراج میں ان کا گدھا، ان کی گائے، ان کے کپڑے نہ چینا۔ ایک اور موقع پر اپنے عامل  
 کو بھیجتے وقت حضرت علی نے فرمایا۔

ان کے جاڑے گرمی کے کپڑے اور ان کے کھانے کا سامان اور ان کے جانور  
 جن سے وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں، خراج وصول کرنے کی خاطر ہرگز نہ چینا،  
 نہ کسی کو درہم وصول کرنے کے لئے کوڑے مارنا، نہ کسی کو کھڑا رکھنے کی سزا دینا،  
 نہ خراج کے عوض کسی چیز کا نیلام کرنا۔ کیونکہ ہم جو ان کے حاکم بنائے گئے ہیں تو  
 ہمارا کام نرمی سے وصول کرنا ہے۔ اگر تم نے میرے حکم کے خلاف کیا تو اللہ میرے  
 بجائے تم کو پکڑے گا اور اگر مجھے تمہاری خلاف ورزی کی خبر پہنچی تو میں تمہیں محزول  
 کر دوں گا۔

جزیہ کی تحصیل میں ان پر ہر قسم کی سختی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عمر نے شام کے  
 گورنر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو فرمان لکھا تھا اس میں منجملہ اور احکام کے ایک یہ بھی تھا کہ :-  
 وامنم المسلمین من ظلمهم والّا

مسلمانوں کو ان پر ظلم کرنے، اور انہیں ستانے

بہم واکل اموالہم الا بجلہا<sup>۱</sup> اور ناجائز طریقہ سے ان کے مال کھانے سے منع کرو  
شام کے سفر میں حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ان کے عامل جزیرہ وصول کرنے کے لئے ذمیوں  
کو سزا دے رہے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ان کو تکلیف نہ دو، اگر تم انہیں غراب دو گے تو  
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں غراب دیگا۔ لا تعذب الناس فان الذین یعذبون الناس  
فی الدنیا یعذبہم اللہ یوم القیامۃ<sup>۲</sup>

ہشام بن حکم نے ایک سرکاری افسر کو دیکھا کہ وہ ایک قطبی کو جزیرہ وصول کرنے کے لئے  
دھوپ میں کھڑا کر رہا ہے۔ اس پر انہوں نے ملامت کی اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے  
سنا ہے کہ :-

ان اللہ عزوجل یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا<sup>۳</sup> اللہ عزوجل ان لوگوں کو غراب دیگا جو دنیا میں لوگوں  
کو غراب دیتے ہیں۔

فقہاء اسلام نے نادہندوں کے حق میں صرف اتنی اجازت دی ہے کہ انہیں تادیباً قید بے  
مشقت کی سزا دی جا سکتی ہے۔ امام ابو یوسفؒ لکھتے ہیں، لیکن یرفق بہم ویحبسون  
حتی یوردوا ما علیہم<sup>۴</sup>

جو ذمی محتاج اور فقیر ہو جائیں انہیں صرف جزیرہ سے معاف ہی نہیں کیا جائیگا بلکہ ان کے  
لئے اسلامی خزانے سے وظائف بھی مقرر کئے جائیں گے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اہل حیرہ کو جو انان نامہ  
لکھ کر دیا تھا اس میں وہ لکھتے ہیں :-

وجعلت لہم ایما شیخہ ضعف عن العمل میں نے ان کے لئے یہ حق بھی رکھا ہے کہ جو

۱۔ کتاب الخراج ص ۸۲

۲۔ کتاب الخراج ص ۷۱

۳۔ ابوداؤد کتاب الخراج باب النبی والامارہ

۴۔ کتاب الخراج ص ۷۰



او اصابته افة من الافات او كان غنيا  
فاقترو وصارا اهل دينه يتصدقون  
عليه طرحت جزيته وعين من بيت  
المال المسلمين هو وعياله ۱۵

کوئی شخص بڑھاپے کے سبب ازکار رفتہ ہو جائے یا  
اس پر کوئی آفت نازل ہو جائے، یا وہ پہلے مالدار  
تھا پھر فقیر ہو گیا یہاں تک کہ اس کے ہم مذہب لوگ  
اس کو صدقہ و خیرات دینے لگے، تو اس کا جزیہ معاف  
کر دیا جائیگا اور اسے اور اس کے بال بچوں کو مسلمانوں  
کے بیت المال سے مدد دی جائے گی۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک ضعیف العمر ذمی کو بھیک مانگتے دیکھا اور اس سے اس ذمیل  
حرکت کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ جزیہ ادا کرنے کے لئے بھیک مانگتا ہوں۔ اس پر  
آپ نے اس کا جزیہ معاف کر دیا اور اس کے لئے وظیفہ مقرر کیا اور اپنے انسر خزانہ کو لکھا۔  
”خدا کی قسم یہ ہرگز انصاف نہیں ہے کہ ہم اس کی جوانی میں اس سے فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے  
میں اس کو رسوا کریں“ ۱۶

دشوق کے سفر میں بھی حضرت عمرؓ نے معذور ذمیوں کے لئے امدادی وظائف مقرر کرنے  
کے احکام جاری کئے تھے ۱۷

اگر کوئی ذمی مر جائے اور اس کے حساب میں جزیہ کا بقایا واجب الادا ہو تو وہ اس کے ترکہ  
سے وصول نہیں کیا جائیگا اور نہ اس کے وارثوں پر اس کا بار ڈالا جائیگا، نام ابو یوسف لکھتے ہیں  
ان وجبت عليه الجزية فمات قبل ان  
تؤخذ منه او اخذ بعضها ولقي البعض  
لم يؤخذ بذلك ورتته ولم تؤخذ من تركته ۱۸

اگر کسی ذمی پر جزیہ واجب ہو اور وہ اس کو ادا کرنے  
سے پہلے مر گیا تو اس کے ورثہ سے وہ وصول نہیں کیا  
جائیگا اور نہ اس کے ترکہ سے لیا جائیگا۔

۱۵ کتاب الخراج ص ۲۰ - فتح القدير ج ۲ ص ۳۷۳

۱۶ کتاب الخراج ص ۸۵

۱۷ فتوح البلدان للبلاذری طبع یورپ ص ۱۲۹

۱۸ کتاب الخراج ص ۷۰ - المبسوط ج ۱ ص ۸۱

تجارتی ٹیکس | مسلمان تاجروں کی طرح ذمی تاجروں کے اموال تجارت پر بھی ٹیکس لیا جائیگا جبکہ ان کا پاس المال ۲۰۰ درہم تک پہنچ جائے یا وہ ۲۰ مثقال سونے کے مالک ہو جائیں۔ اس میں ٹیکس نہیں ہے کہ فقہانے ذمی تاجر پر تجارتی محصول ۵ فیصدی لگایا تھا اور مسلمان تاجر پر  $\frac{1}{4}$  فیصدی لیکن یہ فعل کسی نص پر مبنی نہ تھا بلکہ اجتہاد پر مبنی تھا اور دراصل وقتی مصالح اس کے مقتضی تھے۔ اس زمانہ میں مسلمان زیادہ تر ملک کی حفاظت میں مشغول تھے اور تمام تجارت ذمیوں کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ اسی لئے مسلمان تاجروں کی ہمت افزائی اور ان کی تجارت کے تحفظ کے لئے ان پر ٹیکس کم کر دیا گیا۔

فوجی خدمت سے استثناء | ذمی فوجی خدمت سے مستثنیٰ ہیں اور دشمن سے ملک کی حفاظت کرنا تھا مسلمانوں کے فرائض میں داخل کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک اصول پر جو ریاست قائم ہو اس کی حفاظت کے لئے وہی لوگ لڑ سکتے ہیں اور انہی کو اس کے لئے لڑنا چاہیے جو اس اصول کو حق مانتے ہوں۔ پھر لڑائی میں اپنے اصول اور حدود کی پابندی بھی وہی کر سکتے ہیں۔ دوسرے لوگ اگر اس ریاست کی حفاظت کے لئے لڑینگے تو محض کرایہ کے سپاہیوں

(Mercenaries) کی حیثیت سے لڑیں گے اور اسلام کے مقرر کئے ہوئے اخلاقی حدود کی پابندی نہ کر سکیں گے۔ اسی لئے اسلام نے ذمیوں کو فوجی خدمت سے مستثنیٰ کر کے ان پر صرف یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ ملکی حفاظت کے مصارف میں اپنا حصہ ادا کر دیں۔ جزیہ کی اصل حیثیت یہی ہے وہ نہ صرف اطاعت کا نشان ہے، بلکہ فوجی خدمت سے استثناء کا بدل اور ملکی حفاظت کا معاوضہ بھی ہے۔ چنانچہ جزیہ صرف قابل جنگ مردوں ہی پر لگایا جاتا ہے، اور اگر مسلمان کسی وقت حفاظت سے قاصر ہوں تو جزیہ واپس کرنا جاتا ہے۔ جنگ یرموک کے موقع پر جب

لے کتاب الخراج من۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ آج بھی ٹیکس عائد کرنے کے لئے ہی نصاب رکھا جائے۔ یہ نصاب اس

زمانہ کے حالات کے لحاظ سے تھا  
۵۔ اس مسئلے پر مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ ۱ ص ۴۹-۴۸، ہدایہ کتاب الیرفصل فی کیفیتہ قسمۃ الغنائم و باب الجزیہ و فتح القدم  
ج ۲ ص ۲۸-۳۲۴ و ص ۴۰-۳۶۹ (باقی صفحہ ۳۱ پر)

رضیوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک زبردست فوج جمع کی اور مسلمانوں کو شام کے تمام مفتوحہ علاقوں کو چھوڑ کر ایک مرکز پر اپنی طاقت سمیٹنی پڑی تو حضرت ابو عبیدہ نے اپنے امراء کو لکھا کہ جو کچھ جزیہ و خراج تم نے ذمیوں سے وصول کیا ہے انھیں واپس کر دو اور ان سے کہو کہ ”اب ہم تمہاری حفاظت سے قاصر ہیں اس لئے ہم نے جو مال تمہاری حفاظت کے معاوضہ میں وصول کیا تھا اسے واپس کرتے ہیں“ اس حکم کے مطابق تمام امراء فوج نے جمع شدہ رقوم واپس کر دیں۔ بلا ذریعہ اس موقع پر غیر مسلم رعایا کے جذبات کا حال لکھتا ہے کہ جب مسلمانوں نے حصص میں جزیہ کی رقم واپس کی تو وہاں کے باشندوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ”تمہاری حکومت اور انصاف پسندی ہم کو اس ظلم و ستم سے زیادہ محبوب ہے جس میں ہم مبتلا تھے۔ اب ہم ہر قتل کے عامل کو اپنے شہر میں ہرگز گھسنے نہ دیں گے تا وقتیکہ لو کہ مغلوب نہ ہو جائیں“

فقہاء اسلام کی حمایت | یہ ہیں اس قانون کی تفصیلات جو صدر اقل میں غیر مسلم رعایا کے حقوق و فرائض سے متعلق بنایا گیا تھا۔ اب آگے بڑھنے سے پہلے ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ خلفاء راشدین

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۰)

اگر کسی بیرونی حملہ کے موقع پر ملک کے غیر مسلم باشندوں سے مدافعت کے لئے اپنی خدمات بطور خود پیش کریں تو ہم ان کی اس پیشکش کو قبول کر سکتے ہیں، لیکن اس صورت میں ان کا جزیہ ساقط کرنا ہوگا۔

یہاں یہ تصریح کر دینا بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ جزیہ کے نام سے غیر مسلموں کو جو جہنم جہنم ہوتی ہے وہ محض اس پر دو گینڈے کا نتیجہ ہے جو ایک مدت سے اسلام کے مخالفین کرتے رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں اس تو حشر کے لئے کوئی بنیاد نہیں ہے۔ جزیہ دراصل اس تحفظ کا معاوضہ ہے جو غیر مسلموں کو اسلامی حکومت کے تحت میسر آتا ہے۔ یہ معاوضہ صرف صحابہ استطاعت اور بالغ مردوں سے لیا جاتا ہے۔ اسے اگر اسلام قبول نہ کرنے کا جرمانہ قرار دیا جائے تو پھر اس نکرۃ کو کیا کہا جائے گا جو صاحب استطاعت مسلمان مردوں ہی سے نہیں بلکہ عورتوں سے بھی لی جاتی ہے اور جس کی شرح جزیہ کی شرح سے بہت زیادہ ہے۔ کیا وہ اسلام قبول کرنے کا جرمانہ ہے؟

کے بعد بادشاہی دور میں جب کبھی ذمیوں کے ساتھ بے انصافی کی گئی تو وہ فقہاء اسلام سے گروہ تھا جو آگے بڑھ کر ان کی حمایت کے لئے کھڑا ہو گیا اور متفق ہو کر ان کا پشت پناہ بنا۔ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ ولید بن عبد الملک اموی نے دمشق کے کنسبیہ یوحنا کو زبردستی عیسائیوں سے چھین کر مسجد میں شامل کر لیا تھا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور عیسائیوں نے سب سے اس ظلم کی شکایت کی تو انھوں نے اپنے عامل کو لکھا کہ مسجد کا جتنا حصہ گرجا کی زمین پر تعمیر کیا گیا ہے اسے منہدم کر کے عیسائیوں کے حوالہ کر دو۔

ولید بن یزید نے رومی حملہ کے خوف سے قبرس کے ذمی باشندوں کو جلا وطن کر کے شام میں آباد کیا فقہائے اسلام اور عام مسلمان اس پر سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے اس کو گناہ عظیم سمجھا۔ پھر جب یزید بن ولید نے انھیں دوبارہ قبرس میں لے جا کر آباد کر دیا تو اس کی عام طور پر تحسین کی گئی اور کہا گیا کہ یہی انصاف کا تقاضا ہے۔ اسمعیل بن عیاش کا بیان ہے کہ :-

فما ستفظح ذالک المسلمون واستعظمه	مسلمانوں نے اس کی اس حرکت سے بیزاری ظاہر
الفقهاء فلما ولی یزید بن ولید بن عبد الملک	کی اور فقہاء نے اس کو گناہ سمجھا۔ پھر جب یزید بن ولید
رحمہم الی قبرس فاستحسن المسلمون	خلیفہ ہوا اور اس نے ان کو قبرس کی طرف پھر لوٹا دیا
ذالک من فعلہ وراؤۃ عدلا	تو مسلمانوں نے اس کو پسند کیا اور اسے عدل انصاف

سمجھا۔

بلاذری کا بیان ہے کہ ایک ترمیم جبل لبنان کے باشندوں میں سے ایک گروہ نے بغاوت کر دی اس پر صلح بن علی بن عبداللہ نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک فوج بھیجی اور اس نے ان کے ہتھیار اٹھانے والے مردوں کو قتل کر دیا اور باقی لوگوں میں سے ایک جماعت کو جلا وطن کر دیا اور ایک جماعت کو وہیں آباد رہنے دیا۔ امام اوزاعی اس زمانے میں زندہ تھے۔ انھوں نے صلح کو اس ظلم پر سخت تنبیہ کی اور

۱۵۴ فتوح البلدان مطبوعہ یورپ ص ۱۳۲

۱۵۵ فتوح البلدان ص ۱۵۶ -



ایک طویل خط لکھا جس کے چند فقرے یہ ہیں:-

”جبل لبنان کے اہل ذمہ کی جلا وطنی کا حال تم کو معلوم ہے۔ ان میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے بغاوت کرنے والوں کے ساتھ کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ مگر باوجود اس کے تم نے کچھ قتل کیا اور کچھ لوگوں کو ان کی بستوں کی طرف واپس بھیجا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ عام لوگوں کو بعض خاص لوگوں کے جرم کی سزا کیوں کر دی جاسکتی ہے اور کس بنا پر ان کے گھروں اور ان کی جائیدادوں سے انہیں بے دخل کیا جاسکتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لا تفسدوا ذرۃً و ذرۃً اخریٰ۔ اور یہ ایک واجب التعمیل حکم ہے۔ تمہارے لئے بہترین نصیحت یہ ہے کہ تم رسول اللہ کے اس ارشاد کو یاد رکھو کہ ”جو کوئی کسی معاہدہ پر ظلم کرے گا اور اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا اس کے خلاف میں خود مدعی بنوں گا“

یہ اور ایسی ہی بے شمار مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء اسلام نے ہمیشہ اہل ذمہ کے حقوق کی حمایت کی ہے اور اگر کبھی کسی امیر یا بادشاہ نے ان پر جبر و ظلم کیا بھی ہے تو جو لوگ اس کے عہد میں اسلامی قانون کے پاسیان رہے ہیں وہ کبھی اس پر عمل کرنے سے باز نہیں رہے۔

ذمہ حقوق جو دئے جاسکتے ہیں | یہاں تک ہم نے اہل الذمہ کے ان حقوق کا ذکر کیا ہے جو بشریت میں ان کے لئے مقرر ہیں اور جنہیں لازماً ہر اسلامی دستور میں شامل ہونا چاہیے۔ اب ہم مختصر طور پر یہ بتائیں گے کہ موجودہ زمانہ میں ایک اسلامی ریاست اپنے غیر مسلم شہریوں کو اصول اسلام کے مطابق مزید کیا حقوق دے سکتی ہے۔

ثمنائگی اور رائے دہی | سب سے پہلے انتخابات کے سوال کو لیجئے۔ اسلامی حکومت چونکہ ایک اصولی حکومت ہے اس لئے وہ غیر مسلموں کے حق رائے دہی کے معاملہ میں ان فریب کاروں سے

کام نہیں لے سکتی جو بے دین قومی جمہوریتیں اقلیتوں کی رائے دہی کے معاملہ میں برتی ہیں۔ اس کے رئیس حکومت کا منصب یہ ہے کہ وہ اصول اسلام کے مطابق ریاست کا نظام چلائے، اور مجلس شوریٰ کا کوئی کام اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ اس اصولی نظام کو چلانے میں رئیس حکومت کا ہاتھ بٹائے، لہذا جو لوگ سرے سے اصول اسلام کو مانتے ہی نہ ہوں وہ نہ خود رئیس حکومت یا رکن شوریٰ بن سکتے ہیں اور نہ ان مناصب کے انتخاب میں رائے دہندہ کی حیثیت سے ان کا حصہ لینا کسی طرح معقول ہو سکتا ہے۔ البتہ انہیں رائے دہی اور رکنیت، دونوں چیزوں کے حقوق، بلدیات اور مقامی مجالس (Local Bodies) میں دئے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ ان مجالس میں نظام زندگی زیر بحث نہیں ہوتا بلکہ محض مقامی ضروریات کا انتظام ملحوظ خاطر ہوتا ہے۔

تہذیبی خود اختیاری | اس کے ساتھ یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ غیر مسلم گروہوں کے لئے ایک الگ نمائندہ مجلس یا اسمبلی بنادی جائے تاکہ وہ اپنی اجتماعی ضروریات بھی اس کے ذریعہ سے پوری کریں، اور ملکی انتظام کے معاملہ میں بھی اپنا نقطہ نظر پیش کر سکیں۔ اس مجلس کی رکنیت اور رائے دہی غیر مسلموں کے لئے مخصوص ہوگی۔ اور اس میں ان کو پوری آزادی دی جائیگی۔ اس مجلس کے ذریعہ سے

۱۔ وہ اپنے شخصی معاملات کی مدد تک قوانین تجویز کرنے اور سابق قوانین میں اصلاح و ترمیم کرنے کے مجاز ہوں گے، اور اس طرح کی تمام تجاویز رئیس حکومت کی منظوری سے قانون بن سکیں گی۔

۲۔ وہ حکومت کے نظم و نسق اور مجلس شوریٰ کے فیصلوں کے متعلق اپنی شکایات، اعتراضات، مشورے اور تجاویز پوری آزادی کے ساتھ پیش کر سکیں گے اور حکومت انصاف کے ساتھ ان پر غور کریگی۔

۳۔ وہ اپنے گروہ کے معاملات اور عام ملکی معاملات کے متعلق سوالات بھی کر سکیں گے، اور حکومت کا ایک نمائندہ ان کے جوابات دینے کے لئے موجود رہے گا۔

آزادی تحریر و تقریر وغیرہ | غیر مسلموں کو اس ریاست میں تحریر و تقریر اور رائے و ضمیر اور اجتماع کی وہی آزادی حاصل ہوگی جو خود مسلمانوں کو حاصل ہوگی، اور اس معاملہ میں جو قانونی پابندیاں مسلمانوں کے لئے ہوں گی وہی ان کے لئے بھی ہوں گی۔

قانون کی حدود میں رہتے ہوئے وہ حکومت پر اس کے حکام پر اور خود ریٹس حکومت پر آزادانہ تنقید کر سکیں گے۔

انہیں اسلام پر بھی تنقید کا اتنا ہی حق حاصل ہوگا جتنا مسلمانوں کو ان کے مذہب پر تنقید کا حق ہوگا۔

وہ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے میں پوری طرح آزاد ہوں گے اور اگر ایک غیر اسلامی مذہب کا پیرو کسی دوسرے غیر اسلامی مذہب کو قبول کرنے تو حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ البتہ کوئی مسلمان اسلامی ریاست کے حدود میں رہتے ہوئے اپنا دین بدلنے کا مجاز نہ ہوگا۔ لیکن ارتداد کی صورت میں مواخذہ جو کچھ بھی ہوگا نو دمرتد سے ہوگا نہ کہ اس غیر مسلم سے جس کا اثر قبول کر کے وہ مرتد ہوا ہے۔ انہیں اپنے ضمیر کے خلاف کوئی عقیدہ یا عمل اختیار کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا، اور اپنے ضمیر کے مطابق وہ ایسے سب کام کرنے کے مجاز ہوں گے جو قانون ملکی سے متصادم نہ ہوتے ہوں۔

تعلیم | انہیں نظام تعلیم تو وہی قبول کرنا ہوگا جو ریاست پورے ملک کے لئے بنائیگی، لیکن جہاں تک اسلام کی مذہبی تعلیم کا تعلق ہے، اس کے پڑھنے پر وہ مجبور نہ کئے جائیں گے۔ انہیں پورا حق ہوگا کہ ملکی درس گاہوں میں، یا خود اپنی مخصوص درس گاہوں میں، اپنے مذہب کی تعلیم کا مستقل انتظام کریں۔

ملازمین | چند محفوظ مناصب کے سوا وہ تمام ملازمتوں میں داخل ہونے کے حقدار ہوں گے اور اس معاملہ میں ان کے ساتھ کوئی تعصب نہ برتا جائیگا۔ مسلمان اور غیر مسلم، دونوں کے لئے اہلیت کا ایک ہی معیار ہوگا اور اہل آدمیوں کو بلا امتیاز انتخاب کیا جائیگا۔

محفوظ مناصب سے مراد ایسے مناصب ہیں جو اسلام کے اصولی نظام میں کلیدی حیثیت رکھتے ہوں۔ ان مناصب کی مہرست کافی غور و خوض کے بعد ماہرین کی ایک جماعت بنا سکتی ہے۔ ہم ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن خدمات کا تعلق پالیسیوں کی تشکیل اور محکموں کی رہنمائی سے ہے وہ سب کلیدی اہمیت رکھنے والی خدمات ہیں، اور ایک اصولی نظام میں ایسی خدمات صرف انہی لوگوں کو دی جاسکتی ہیں جو اس کے اصولوں پر اعتقاد رکھتے ہوں۔ ان خدمات کو مستثنیٰ



کرنے کے بعد باقی تمام نظم و نسق میں بڑے سے بڑے عہدوں پر بھی اہل الذمہ اپنی اہلیت کے لحاظ سے مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً کوئی چیز ان میں سے کسی شخص کے اکاؤنٹنٹ جنرل، یا چیف انجنیر، یا پوسٹ ماسٹر جنرل بنانے میں مانع نہیں ہے۔

اسی طرح فوج میں بھی صرف جنگی خدمات محفوظ ملازمتوں میں شمار ہونگی۔ باقی دوسرے فوجی شعبے جن کا تعلق براہ راست حرب و ضرب سے نہیں ہے، ذمیوں کے لئے کھلے ہونگے۔

معاشی کاروبار اور پیشے | صنعت و حرفت، تجارت، زراعت اور دوسرے تمام پیشوں کے دروازے غیر مسلموں کے لئے بالکل کھلے رہیں گے۔ ان میں نہ مسلمانوں کو ایسی کوئی رعایت حاصل ہوگی جو غیر مسلموں کو نہ حاصل ہو، اور نہ غیر مسلموں پر کوئی ایسی پابندی عائد کی جاسکے گی جو مسلمانوں کے لئے نہ ہو۔ ہر شہری کو خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، معاشی میدان میں جدوجہد کا مساویانہ حق ہوگا۔

غیر مسلموں کے لئے تحفظ کی واحد صورت | آخر میں اس امر کی توضیح بھی ضروری ہے کہ ایک اسلامی حکومت اپنے غیر مسلم شہریوں کو جو حقوق بھی دیگی بلا اس لحاظ کے دیگی کہ کوئی ہمسایہ غیر مسلم حکومت اپنی مسلمان رعایا کو کیا حقوق دیتی ہے، بلکہ کچھ دیتی بھی ہے یا نہیں۔ ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ مسلمان کافروں کو دیکھ دیکھ کر اپنا لائحہ عمل بنائے، وہ انصاف کریں تو یہ بھی کرے، اور وہ ظلم کرنے لگیں تو یہ بھی ظلم پر اتر آئے۔ ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک قطعی اور واضح اصول کے پیرو ہیں اور ہمیں بہر حال اپنے حدود اختیار میں اپنے اصولوں پر ہی عمل کرنا ہے۔ جو ہم دیں گے نیک نیتی کے ساتھ دینگے، صرف کاغذ ہی پر نہیں بلکہ زمین پر بھی دینگے، اور اپنی ملی ہوئی ذمہ داریوں کو انصاف اور سچائی کے ساتھ ادا کریں گے۔

اس کے بعد یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں رہتی کہ پاکستان میں غیر مسلموں کے لئے تحفظ، امن اور خوشحالی کی اس سے بڑھ کر، بلکہ حقیقت اس کے سوا کوئی قابل اعتماد ضمانت نہیں ہو سکتی کہ یہاں ایک خالص اسلامی حکومت قائم ہو جائے۔ صرف اسی صورت میں ظلم اور جو ابی ظلم کا وہ شیطانی پیکر ٹوٹ سکتا ہے جو بد قسمتی سے ہندوستان میں چل رہا ہے۔ صرف اسی صورت میں



پاکستان بھی انصاف کا گھرن سکتا ہے اور انڈین یونین کو بھی انصاف کا راستہ نظر آسکتا ہے۔ افسوس ہے کہ غیر مسلم ایک مدت سے اسلام کی غلط تعبیریں سنتے اور دیکھتے چلے آ رہے ہیں، اس لئے وہ اسلامی حکومت کا نام سن کر گھبراتے ہیں، اور ان میں سے بعض لوگ یہ شور مچانے لگتے ہیں کہ یہاں بھی انڈین یونین کی طرح بے دین جمہوریت قائم ہونی چاہیے۔ مگر ہم کو تعجب ہے کہ وہ خود ہی اصرار کر کے یہاں اس چیز کا تجربہ کرنا چاہتے ہیں جس کا مزہ آج انڈین یونین کے مسلمان چکھ رہے ہیں۔ کیا واقعی وہ کوئی خوشگوار حالت ہے جس کی تمنا کی جاسکتی ہو؟ کیا اس کے بجائے ایک ایسے نظام کا تجربہ کرنا زیادہ بہتر نہ ہوگا جس کی بنیاد خدا ترسی اور دیانت اور مستقل اصولوں کی پیروی پر ہو؟

## ہماری نئی زیر طبع مطبوعات

- ۱۔ سوور۔ اس کتاب میں مدیر ترجمان نے سوور، بینکنگ، انشورنس وغیرہ کی حقیقت و ماہیت پر بحث کی ہے اور ان سے متعلقہ معاشی نظریات اور مسائل پر اسلامی نقطہ نظر سے تنقید کی ہے۔ ضخامت ۲۰۰ صفحات، قیمت ۱۰۰/-
- ۲۔ الجہاد فی الاسلام۔ یہ کتاب عصر سے تالیف اور غیر مطبوع تھی۔ اب اسے دوبارہ چھپوایا جا رہا ہے۔
- ۳۔ منہاج انقلاب اسلامی۔ یہ اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے، کا عربی ترجمہ ہے جو مولانا مسعود عالم ندوی نے کیا ہے۔ ضخامت ۴۵ صفحات، قیمت ۵۰/-
- ۴۔ الدین القیم۔ یہ دین حق کا عربی ترجمہ ہے جو مترجم موصوف نے ہی کیا ہے۔ ضخامت ۴۵ صفحات، قیمت ۵۰/-
- ۵۔ نظریۃ الاسلام لسیاسیہ۔ اسلام کے نظریہ سیاسی کا عربی ترجمہ جو چھپ چکا ہے۔ ضخامت ۴۵ صفحات، قیمت ۵۰/-
- ۶۔ تفہیمات۔ بھی دوبارہ طبع ہو چکی ہے۔ قیمت ۱۰۰/-

مکتبہ جماعت اسلامی، اچھرہ، لاہور